Journal of Religion & Society **(JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Countering Violence and Extremism in the Light of the Seerah Tayyibah

تشدد اور انتہاء پسندی کا تدارک سیرت طیبہ کی روشنی میں

Dr. Muhammad Zubair Hassan
Shaikh Zayed Islamic Centre, University of the Punjab, Lahore

Abstract

In today's world, every country has to face many problems. Extremism and terrorism is one main problem among all these issues and now a days ever country is facing this problem. With passage of time, the rate of extremism and terrorism's incidents is increasing and because of this sense of insecurity among people is also increasing day by day. Because of this, not only human beings are suffering but along with human being infrastructure and progress of the society is also effecting badly. All these situations are becoming a reason of loss at individual's level as well as at collective level. To handle this problem, world's communities have a double standard in its recognition and this is a main reason that this problem has not been removed till today. The teachings of Muhammad (P.B.U.H) also throw light on the solution of this problem. In the light of seerah, we can tackle this problem very effectively. This article will deal with solutions of this massive problem of extremism and terrorism in the light of seerah.

Keywords: *Extremism, Problems, Quran, Seerah, Solutions.*

آج دنیا کا ہر دوسرا ملک تشدد، انتہاء پسندی و دہشت گردی کی وباء میں مبتلا ہے۔ دن بدن تشدد و دہشت گردی کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے اور انسان عدم تحفظ اور بدامنی کا شکار ہے۔ نہ صرف انسانی زندگیاں اس کی وجہ سے داؤ پر لگی ہوئی ہیں بلکہ عمارات و املاک بھی اس کی آگ کا شکار ہیں اور یہ سب حالات و واقعات انفرادی سطح کے ساتھ ساتھ اجتماعی سطح پر بھی ناقابل تلافی نقصان کا سبب بنتے ہیں۔ اقوامِ عالم ان واقعات کے سدباب میں ناکام نظر آتی ہیں۔ تشدد و انتہا پسندی کے انسداد میں ناکامی کی ایک وجہ دہشت گردی کی تعریف میں اقوام عالم کا پایا جانے والا دوہرا معیار ہے۔ لہذا اس حوالے سے سنجیدگی سے غور و فکر کرنے اور ان مسائل کے سدباب کے لیے ایک مربوط اور مؤثر لائحہ عمل مرتب کرنے اور اس پر عملدرآمد کی ضرورت ہے اور سیرتِ رسول ﷺ کے مطالعہ سے تشدد، انتہا پسندی اور دہشت گردی کے سدباب کے بارے میں بھی معلومات ملتی ہیں۔

مطالعہ سیرت رسول ﷺ سے جہاں یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ کسی کی ناحق جان لینے سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ وہیں کسی کو ہتھیار تک سے ڈرانے سے بھی منع کیا گیا ہے جو کسی کو بھی دہشت زدہ کرنے کی ابتدائی صورت ہوتی ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"لا یشیر احدکم الی اخیه بالسلاح فانه لا یدری احدکم لعل الشیطان ینزع فی یده فیقع فی حفرة من النار۔ "[1]

آپ ﷺ نے متعدد احادیث میں ناحق اسلحہ اٹھانے والوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ ہم میں سے نہیں ہیں۔ تشدد و دہشت گردی کی وجہ سے بدامنی کی فضا پیدا ہوتی ہے اور معاشی و صنعتی اور علم و فنون کی ترقی رک جاتی ہے۔ ملک معاشی طور پر پست سے پست معیارِ زندگی کی طرف گامزن ہو جاتا ہے۔ افراد کا سکون غارت ہو جاتا ہے۔ حتی کہ ان کی ذہنی صلاحیتیں تک تباہ ہو جاتی ہیں۔ بدامنی کی فضا کو ختم کرنے، امن و سکون بحال کرنے اور اس صورتحال سے نمٹنے کے لئے عصر حاضر میں سیرت رسول ﷺ کے مطالعہ اور اس سے استفادہ کی اشد ضرورت ہے۔ سیرت رسول ﷺ پر عمل پیرا ہونے سے ایک طرف امن و سکون کی فضا بحال ہو جاتی ہے جس سے معیشت ترقی کی راہ پر گامزن ہو جاتی ہے۔

1۔ محمد بن مسلم، قشیری، صحیح مسلم، کتاب البر، باب النہی عن اشارة بالسلاح، حدیث:688

عصر حاضر میں انتہاپسندی عالم انسانیت کا ایک اہم اور سنگین مسئلہ ہے۔ تشدد اور انتہاپسندی کے رویے نے افراد معاشرہ کو باہم ایک ہونے سے روک دیا ہے اور کثیر المذاہب معاشرہ میں تو امن وامان بہت خطرناک مسئلہ کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ لوگ ایک دوسرے کی بات یا رائے کو سننے اور کسی کو اختلاف کا حق دینے کو تیار نہیں ہیں۔ ہر شخص اپنے آپ کو عقل کل سمجھتے ہوئے اپنی رائے کی اصابت اور دوسروں کی رائے کی تغلیط میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے اور بعض اوقات اختلاف اس قدر شدید ہو جاتا ہے کہ انسان متشدد ہو کر ایک دوسرے پر طرح طرح سے الزامات لگاتے ہیں اور کردار کشی سے بھی پرہیز نہیں کرتے۔ تشدد اور انتہاپسندی کی مختلف صورتیں ہیں جن میں معاشرتی، سماجی، سیاسی اور مذہبی تشدد اور انتہاپسندی زیادہ اہم ہیں۔ تشدد اور انتہاپسندی کی وجوہات اور سیرت طیبہ کی روشنی میں اس کے تدارک کے لیے کیا اقدامات کرنے کی ضرورت ہے؟ اس مقالے میں اس پر اختصار کے ساتھ گفتگو کی جائے گی۔

تشدد اور انتہاپسندی کا مفہوم:

تشدد کا مادہ ش۔ د۔ د ہے اور اس میں سختی کا معنی پایا جاتا ہے۔ یہ عربی زبان کا لفظ ہے جو شدت سے مشتق ہے۔ اس کے معانی و مفاہیم میں سختی، زیادتی، جبر، ظلم، تعصب اور تقید کے الفاظ شامل ہیں۔[2]

انتہاپسندی معاملات، احساسات، نظریات، شخصیات یا اثرات میں اعتدال کی راہ سے ہٹ کر کسی ایک انتہا کو اختیار کر لینے اور اس سے بہتر کسی امکان یا وقوع کو نہ تسلیم کرنے کا نام ہے۔[3] انگریزی زبان کا یہ لفظ Extreme سے نکلا ہے جس کے متعدد معانی بیان کیے گئے ہیں۔ "انتہائی دور دراز، مرکز سے بعید ترین، سخت، شدید، انتہاپسند، آخری سرے کا، انتہا، حد، سرا وغیرہ۔[4] اور Extremism کے معنی "انتہاپسندی، افراطِ دوستی، غلو..." وغیرہ بھی ہیں۔ Webster کی یونیورسٹی ڈکشنری میں Extreme کے تحت لکھا گیا ہے کہ:

Outer most or farthest from a center (extreme edge of the forest); Final; last; Being in the highest degree (extreme happiness-extreme poverty.); Intending beyond norm (an extreme liberal); the greatest or utmost degree or point; an extreme condition; A drastic or immoderate expedient.[5]

"باہری طرف کی انتہائی سطح یا مرکز سے بعید ترین، (جنگل کا آخری سرا) انتہائی، آخری، سب سے اونچے درجے پر ہونا (انتہائی خوشی، انتہائی غربت) عام طور طریقے سے بالاتر (انتہائی آزاد منش) انتہائی یا آخری زاویہ یا نقطہ، انتہائی حالت، ایک بالادست یا غیر متوازن فعل۔"

اس کا مطلب ایسا رویہ ہے جو معمول کے مطابق نہیں ہے۔ کسی معاشرے کے فکری و عملی پیمانوں سے باہر اور تہذیبی حدود سے خارج ایسا رویہ جس میں دلیل اور افہام و تفہیم کی کوئی گنجائش نہ ہو۔ اس اعتبار سے منصفانہ جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اسلام انتہاپسندی نہیں بلکہ معمول کا ایک نظریۂ حیات ہے جو تعمیر شخصیت اور استحکامِ اجتماعیت میں خاص کردار ادا کرتا ہے۔

انتہاپسندی ان افراد یا گروہوں کے افکار و نظریات، اعمال افعال اور رویہ جات کا بھی نام ہے جنھوں نے اپنے آپ کو کسی حد تک یا مکمل طور پر معاشرے سے تعصب یا شدت کی وجہ سے جدا کر لیا ہو۔ مذہبی انتہاپسندی ایک ذہنی کیفیت ہے جس میں ایک فرد دوسرے لوگوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہے اور اس کا یہ رویہ اسے تشدد پر ابھارتا ہے۔

اسلام "اعتدال" کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اس کائنات کا نظام اعتدال پر قائم کیا ہے اسی طرح وہ اپنے بندوں سے بھی اعتدال اختیار کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ افراط اور تفریط کو ناپسند کرتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے کہ **ان اللّٰہ یامر بالعدل**[6] عدل کی روح اعتدال ہے اور اعتدال سے ہٹ جانا ہی ظلم

---

2. فیروزالدین، فیروزاللغات، فیروز سنز لاہور، س،ن، ص369
3. آکسفورڈ انگلش ڈکشنری، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، لندن، 1978ء، لفظ Extreme کے تحت مفہوم
4. Concise Oxford Dictionary
5. Webster's New Revised University Dictionary p.458
6. النحل: 90

کہلاتا ہے۔[7]اعتدال زندگی کے کسی ایک شعبہ سے متعلق نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ اور مرحلہ میں مطلوب ہے۔ قرآن وحدیث پر نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گفتارورفتار، خوشی وغم، سلوک وبرتاؤاوراللہ تعالیٰ کی عبادت ہر شعبہ زندگی میں اعتدال کی تلقین کی گئی ہے۔

اسلام اورامن وسلامتی:

اسلام امن وسلامتی کا دین ہے اوراس کا ماننے والا مسلمان کہلاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ان الدین عنداللہ الاسلام ۔"[8]بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔" اس دین میں ساری انسانیت کے لیے امن اور سلامتی کا پیغام ہے۔ اسلام تشدداورانتہاپسندی کا خاتمہ چاہتاہے۔

انسان کی بنیادی ضروریات میں سے انسانی معاشرے کی تعمیروترقی کے لیے ایک اہم اور بنیادی ضرورت امن وسلامتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امن وسلامتی کے پس منظر میں دوباتوں کا خاص طور پر ذکر کیاہے: الذی اطعمھم من جوع وامنھم من خوف[9]یعنی جس اللہ نے بھوک کی حالت میں انھیں کھانے کو دیااور بدامنی سے انہیں محفوظ رکھا۔

یہی وجہ تھی کہ جب بیت اللہ الحرام کی تعمیر کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کے لیے جو دعائیں کی ان میں سے ایک دعا یہ بھی تھی: رب اجعل ھذا بلدا آمنا وارزق اھلہ من الثمرات[10] اے میرے رب! اس کو پرامن شہر بنادیجئے اور یہاں کے رہنے والوں کو قسم قسم کے پھلوں سے رزق عطافرمائیے۔ یہی دعاایک اور جگہ اس طرح مذکور ہے: واذقال ابراھیم رب اجعل ھذا البلد آمنا واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام ۔[11]یعنی اے میرے پروردگار! اس شہر (مکہ) کو پرامن بنادیجئے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو اس بات سے بچائیے کہ ہم بتوں کی پرستش کریں۔

اور سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ ایک قوم کی حالت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وضرب اللہ مثلا قریۃ کانت آمنۃ مطمنۃ یأتیھا رزقھا رغدا من کل مکان فکفرت بأنعم اللہ فاذاقھا اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون[12]

"اللہ ایک بستی کی مثال دیتا ہے جو بڑی پرامن اور مطمئن تھی، اس کا رزق اس کو ہر جگہ سے بڑی فروانی کے ساتھ پہنچ رہاتھا، پھراس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری شروع کر دی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کرتوت کی وجہ سے بھوک اور خوف سے آشنا کیا"

ان مذکورہ بالا دعاؤں سے پتہ چلتاہے کہ امن اوررزق کا آپس میں گہرا تعلق ہے کیونکہ قرآن پاک میں ان دونوں کا ذکر ایک ہی جگہ پر بار بار کیا گیاہے۔

تشدداورانتہاپسندی کے اسباب:

معاشرتی طور پر پرامن اور حلیم وبردبارانسان ہی زمانے کی مشکلات کا درست ادراک کرسکتاہے اوران مسائل سے کماحقہ نبرد آزماہوسکتاہے لیکن بدقسمتی سے عصرحاضر میں ہمارے معاشرے میں عدم برداشت اور تشدد کا رویہ فروغ پارہاہے۔ اس رویہ کی وجہ سے مسائل کو سمجھنے اوران کے مطابق اقدامات کرنے سے قوم عاری ہوتاہے اور تخریب کار قوتیں کسی بھی قوم کی اس نفسیات اوررویے کا استعمال اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے کرتی ہیں۔ ہمارامعاشرہ اس وقت شدت پسندی اورانتہاپسندی کی وجہ سے شدید خطرے سے دوچارہے ۔ ایسامعاشرہ کبھی بھی مہذب معاشرہ کہلانے کے قابل نہیں ہوسکتا۔ لہذامعاشرے سے اس قسم کے جارحانہ رویوں کی بیخ کنی کی فوری اوراشد ضرورت ہے اوراس کے لیے ان رویوں کی وجوہات معلوم کرنے اوران کا سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں تدارک کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ رسول اکرم ﷺ کی ذات ہی ہمارے لیے کامل واکمل رہنمائی کا منبع ومرکز ہے۔ معاشرے میں بڑھتی ہوئی شدت پسندی اور عدم برداشت کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں۔

---

7. خالد سیف اللہ رحمانی، اسلام اور جدید فکری مسائل، مکتبہ قاسم العلوم، س ن، ص87
8. آل عمران:19
9. قریش:۴
10. البقرہ:۱۲۶
11. الابراھیم:۳۵
12. نحل:۱۱۲

معاشی محرومی:

تشدد اور انتہا پسندی کے متعدد اسباب ہیں جو اس کے محرک بنتے ہیں۔ ان اسباب میں سے ایک اہم سبب غربت اور بے روزگاری ہے کیونکہ غریب اور بے روزگار اور فارغ لوگ اس قسم کی برائیوں میں جلدی مبتلا ہو جاتے ہیں اور معاشرے کی تخریب کاری کے مکروہ کام میں دانستہ یا نادانستہ طور پر شریک ہوتے ہیں۔

معاشرے میں لوگوں کو روزگار کے مساوی مواقع نہ ملنا بے چینی اور عدم برداشت کے رویوں کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ شدت پسندی اور عدم برداشت کو فروغ دینے میں خستہ حال معیشت کا بنیادی کردار ہے۔ جس معاشرے میں غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزارنے والے آبادی کا اٹھائیس فیصد ہوں وہاں نچلے طبقے کے لیے کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے بچوں کو عصری تعلیم سے ہم آہنگ کرنے کے لیے وسائل فراہم کریں۔ ورلڈ بینک اور دیگر عالمی مالیاتی ادارے کئی بار برملا اظہار کر چکے ہیں کہ امیر ترین ممالک تیسری دنیا کے ممالک کے لوگوں سے کیے گئے وعدے پورے کریں ورنہ وہاں کے مفلس افراد دنیا کا جینا مشکل کر دیں گے۔

ناانصافی:

تشدد اور انتہا پسندی کی ایک اور بڑی وجہ ناانصافی اور انصاف کے حصول کا دشوار ہونا ہے۔ پر امن معاشرے کا قیام عدل وانصاف کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ لیکن بد قسمتی سے ہماری عدالتوں سے غریب لوگوں کو انصاف نہیں ملتا بلکہ اکثر واقعات میں خریدنا پڑتا ہے۔ امیر اور غریب کے لیے الگ الگ قوانین کے نفاذ کی صورتیں مختلف ہیں۔ ایسا معاشرہ کبھی بھی ترقی نہیں کر سکتا کیونکہ معاشرہ ناانصافی کے ساتھ کبھی بھی لوگوں کو ان کے حقوق دینے میں کامیاب نہیں ہو سکتا اور جس معاشرے میں لوگوں کو ان کے حقوق میسر نہ ہوں وہاں کسی بھی قسم کے رویے فروغ پا سکتے ہیں جو ملک وملت کے لیے نقصان دہ ہوتے ہیں۔

قانون کی عملداری نہ ہونے کے برابر ہے جو تشدد اور عدم برداشت کا ایک بنیادی سبب ہے۔ پاکستان کی مثال لے لیں تو یہاں قاتل کے لیے سزائے موت کا قانون موجود ہے اور یہ اسلامی سزا بھی ہے[13] لیکن ماضی کی حکومتوں نے ایک طویل عرصہ تک بیرونی ایماء پر اس قانون پر عملدرآمد کو ملتوی کیے رکھا۔ کمزور عدالتی نظام اور انصاف کی فراہمی ممکن نہ ہونا بے چینی اور انتہا پسندی اور شدت پسندی کے فروغ کا بنیادی سبب ہے۔

معاشرتی ناہمواریاں:

معاشرتی عدم برداشت کا آغاز گھر سے ہی ہو جاتا ہے۔ اگر ایک گھر میں تمام بچوں کے ساتھ برابر کا سلوک نہ کیا جائے اور لڑکوں کو لڑکیوں پر ترجیح دی جائے تو بعض بچوں سے امتیازی سلوک کیا جائے اگرچہ ان کی عادات کی وجہ سے ہی کیوں نہ ہو تو اس طرح بچوں میں ایک دوسرے سے بغض اور حسد کے جذبات پیدا ہوتے ہیں جو کبھی بھی ختم نہیں ہوتے۔ اسی طرح چھوٹی چھوٹی باتوں پر بچوں کو ڈانٹنا بھی عدم برداشت کے رویے پیدا کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ تربیت میں ذرا سی کمی کوتاہی بچے کی زندگی برباد کر دیتی ہے۔ بچے اپنے والدین یا بزرگوں کے رویوں کو اپنانے کی کوشش کرتے ہیں اس لیے اگر گھر کا ماحول امن پسند نہ ہو تو بچے بہت برا اثر لیتے ہیں۔ بچوں پر تشدد اور ظلم بھی بچوں کو عدم برداشت کے ایسے کنوئیں میں دھکیل دیتا ہے جس سے نکلنا بچوں کے لیے ممکن نہیں ہوتا۔

خاندانوں میں میاں بیوی کے باہمی تعلق کا ناہمواری، جھگڑے، عدم تعاون، مار پیٹ، بچوں کو ڈانٹ ڈپٹ، جائز ضروریات زندگی سے صرف نظر اور بے توجہی بچوں کی شخصیت پر بہت بری طرح اثر انداز ہوتے ہیں اور ان کے اندر عدم برداشت کے رویے پیدا کرنے اور ان کے اندر کی انسانیت کو مسخ کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

معاشرے میں خاندان کے بعد دوسرے لوگ شامل ہوتے ہیں جن کے ساتھ معمول کے کام کے حوالے سے وابستگی ہوتی ہے۔ معاشرے میں اگر انسان کو اس کا حق نہ ملے، ظلم اور ناانصافی ہو، تضحیک ہو، حقارت آمیز رویوں سے سامنا ہو، رنگ، مذہب اور جنس کی بنیاد پر امتیازی سلوک کیا جاتا ہو تو ایسے عوامل انسان کو انتہا پسند اور متشدد بناتے ہیں۔ جن معاشروں میں عدل وانصاف نہ ہو وہاں لوگ دل برداشتہ ہو کر غیر قانونی امور میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور معاشرے کی تخریب کا باعث بنتے ہیں۔

مذہبی انتہا پسندی:

تشدد اور انتہا پسندی کی ایک اہم وجہ اور سبب مذہبی اور لسانی اختلافات کو غلط رنگ دینا ہے۔ پاکستانی معاشرہ میں اگرچہ مسلمان اکثریت میں ہے لیکن ایک بہت بڑی تعداد میں غیر مسلم بھی یہاں آباد ہیں۔ اختلاف ایک فطری چیز ہے جو تحقیق کے در وا کرتا ہے لیکن اس کے برعکس ان مذہبی اختلافات کو غلط رنگ دے کر نفرتوں کو فروغ دیا گیا اور یہ صرف پاکستان کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ دنیا کے کئی ممالک اس قسم کے مسائل سے دوچار ہیں۔ بین المذاہب ہم آہنگی کا فروغ شدت پسندی

---

[13]۔ البقرہ: 179

اور عدم برداشت کے خاتمے کے لیے کلیدی کردار ادا کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو فرعون کے ساتھ نرمی سے بات کرنے کا حکم دیا[14] جب فرعون جیسے سرکش کے ساتھ نرمی سے بات کرنے کا حکم دیا گیا تو آج کے اختلافات رکھنے والے لوگوں سے کیوں نرمی اور ملائمت سے بات کیوں نہیں کی جاسکتی۔ قرآن نے واضح کر دیا کہ سرکش افراد کے ساتھ بھی سختی سے کام لینا اصول ہدایت کے خلاف ہے جس سے سبق ملتا ہے کہ اگر معاشرے کی اصلاح مقصود ہو تو اپنے لہجے اور اور رویے کو درست کرنا اولین شرط ہے۔

کثیر المذاہب معاشرہ میں افراد کئی مذاہب کے پیروکار ہوتے ہیں اور مذاہب کے اختلاف کی وجہ سے ان کے درمیان اختلافات فطری چیز ہے۔ ایسے معاشرے میں مذہبی رواداری اور برداشت کے رویے انتہائی ضروری ہوتے ہیں۔ اگر مذہبی طبقات میں رواداری اور برداشت کے رویے ناپید ہو جائیں تو امن وامان کے مسائل پیدا ہوتے ہیں اور معاشرتی سکون غارت ہو جاتا ہے اور معاشرہ انتشار وفسادات کی نظر ہو جاتا ہے۔ مذہبی رواداری کے حوالے سے ہمیں اسوہ حسنہ کو سامنے رکھنا چاہیے کہ کس طرح آپ ﷺ نے کفار مکہ اور یہود مدینہ کے ساتھ معاملات کیے۔ آپ ﷺ کے اس اسوہ حسنہ سے متعلق ابو الکلام آزاد لکھتے ہیں کہ:

"مظلومی میں صبر، مقابلہ میں عزم، معاملہ میں راست بازی، طاقت اختیاری میں درگزر اور برداشت ورواداری تاریخ انسانیت کے وہ نور ہیں جو کسی ایک زندگی میں اس طرح جمع نہیں ہوسکتے۔"[15]

تعلیم کی کمی:

تعلیم کی کمی اور جہالت انتہاپسندی اور تشدد کی ایک بڑی وجہ ہے۔ جاہلانہ معاشرے میں لوگ اپنے حقوق وفرائض سے غافل ہوتے ہیں۔ شدت پسندی اور انتہاپسندی کے جڑ پکڑنے کی ایک بڑی وجہ اہل علم اور دانشوروں کی طرف سے بوجوہ اس کو فکری اور نظریاتی سطح پر بطور ایک علمی اور فکری چیلنج کے قبول نہ کرنا ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ شریعت سے دوری اور شریعت کے قوانین کو نہ ماننا بھی ہے۔ جرم وسزا کا اسلامی فلسفہ اور اسلامی قانون معاشرے میں عدل وانصاف، مساوات اور امن وسلامتی کا ضامن ہے۔ اسلامی شریعت سے انحراف اور اسلامی قانون پر عمل نہ کرنا ان مسائل کی ایک بنیادی وجہ ہے کیونکہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلامی قانون انسانی معاشرے کی فلاح کا ضامن ہے اور اس میں تمام مسائل کا حل موجود ہے۔

پاکستان کا نظام تعلیم آج بھی ایسا کردار ادا کرنے میں مکمل ناکام نظر آتا ہے جس سے عوام میں قرار واقعی سماجی شعور اور مہذب انسانی رویوں کی تشکیل میں شدید مشکلات کا سامنا ہے۔ ہم آج تک ایسا نصاب تیار نہیں کر سکے جو ہمیں تعصبات کی تنہائی سے نکال کر عالمگیر معاشرے میں باوقار مقام دلا سکے۔ ہمارا نصاب تعلیم رواداری، انسان دوستی اور مسلمہ انسانی اقدار کی فضا قائم کرنے میں بری طرح ناکام نظر آتا ہے۔ ہمیں ان مسائل کے حل کے لیے قومی نصاب تشکیل دینا چاہیے اور مسلسل نصاب پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔

تشدد اور کمزور طبقے کا استحصال:

اسلام کا یہ امتیاز ہے کہ اپنے ظہور کے ابتدائی زمانے سے ہی واشگاف الفاظ میں یہ اعلان کر دیا کہ کسی بھی قسم کی نسلی برتری قابل قبول نہیں ہے۔ کرامت و بزرگی کا تنہا معیار تقویٰ الٰہی ہے۔ "ان اکرمکم عنداللہ اتقٰکم" (الحجرات:13) یعنی بڑائی کا معیار اعمال کی بنیاد پر ہے کسی بھی رنگ ونسل کی بنیاد پر نہیں۔ سیرت طیبہ کی رو سے تقاضا تو یہ ہے کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی چارے اور الفت ومحبت کے ساتھ زندگی گزاریں۔ بے جا تفرقہ اور فرقہ واریت سے پرہیز کریں۔ اسلام نے تو غیر مسلموں کے ساتھ بھی رواداری سے کام لینے کو کہا ہے، تو پھر مسلمان آپس میں کیوں ایک دوسرے کے دست وگریباں ہیں اور دشمن کو اس بات کا موقع فراہم کر رہے ہیں کہ " اسلام شدت پسندی کا دین ہے "۔ کیا ہمارے سامنے نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ نہیں کہ فتح مکہ کے بعد اعلان کیا کہ "الیوم یوم المرحمۃ، الیوم تصان الحرمۃ" آج رحمت کا دن ہے، آج کے دن حرمتوں کی پاسداری ہوگی۔ اسلام اور رسول اکرم ﷺ کے شکست خوردہ دشمنوں کی حرمت کا خیال رکھا جا سکتا ہے تو پھر مسلمان ایک دوسرے کی حرمت کا خیال کیوں نہیں رکھتے؟ خودکش حملے، دہشت گردی، فرقہ واریت، لسانیت، مقدس مقامات کی بے حرمتی اور ایک دوسرے کی جان ومال کو کیوں حلال قرار دیا جارہا ہے؟ اور ایسے کئی مسائل مسلمانوں کے درمیان اتنے راسخ ہو چکے ہیں کہ جن کا اسلامی تعلیمات کی روح سے کوئی سروکار نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام مسلمان مل کر ایسی جھوٹی اقدار اور خلاف شرع وعقل سرگرمیوں کا قلع قمع کر دیں۔

14۔ طٰہٰ:44،43

15۔ ابو الکلام آزاد، رسول رحمت، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، ص439

اپنے حقوق کے حصول کے لیے انتہا پسندانہ رویہ:

آج ہر شخص اپنے حقوق کے لیے لڑ رہا ہے۔ دوسروں سے حقوق لینے کے لیے جدوجہد کر رہا ہے جبکہ اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لیے معاشرے کے ہر طبقہ کو اس کے ذمہ جو حقوق ہیں جنہیں ہم ذمہ داریوں اور فرائض سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں ان کی ادائیگی کی زیادہ ترغیب دی گئی ہے جبکہ دوسروں سے حقوق لینے کا جو تصور ہے اسے ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے میں اس کے لیے جنت میں محل کا ضامن ہوں" اسی طرح مردوں کو یہ بتایا گیا کہ ان کے ذمہ عورتوں کے کیا حقوق ہیں اور عورتوں سے یہ خطاب کیا گیا کہ ان کے ذمہ مردوں کے کیا حقوق ہیں؟ چھوٹوں کو بڑوں کا ادب کرنے کا درس دیا گیا جبکہ بڑوں کو چھوٹے سے شفقت سے پیش آنے کی تلقین کی گئی۔

آج کے دور میں اس معاشرے میں توازن پیدا کرنے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہر فرد اور طبقے کو اس کے فرائض اور ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کیا جائے اور حقوق کے حصول کی جنگ اور دوسروں سے چھیننے اور لینے کی منفی سوچ کی نفی کی جائے۔ اگر ہم یہ حقیقت سمجھنے میں کامیاب ہو جائیں کہ ہم پر عائد فرض ہمارے کسی مسلمان کا حق ہے اور ہم اپنے فرائض کی ادائیگی مکمل طور پر کرنا شروع کر دیں تو کسی کو حقوق مانگنے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ حقوق و فرائض کی اس جنگ میں ہمارے اس معاشرتی رویہ کا بہت زیادہ عمل دخل ہے جسے ہم شارٹ کٹ کے نام سے جانتے ہیں کہ اپنا مقصد پورا کرنے کے لیے کسی کی بھی حق تلفی کرنا ہمارے لیے انتہائی معمولی بات ہے۔ جب کہ حقوق العباد کی اہمیت کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ میدان حشر میں جب تک ایک انسان کسی دوسرے کا حق ادا نہیں کرے گا اس وقت وہ اپنے حتمی ٹھکانے تک نہیں پہنچے گا۔

ان کے علاوہ بھی تشدد اور انتہا پسندی کے کئی خارجی اسباب بھی ہیں جن کا صرف تذکرہ کیا جا رہا ہے لیکن اختصار کے پیش نظر ان پر گفتگو کسی اور موقع کی متقاضی ہے۔ تشدد اور انتہا پسندی کے خارجی اسباب میں غیر ملکی مداخلت، خفیہ ایجنسیوں کی سرگرمیاں، غیر ملکی سفارتخانوں کی مداخلت، عالمی میڈیا، پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا شامل ہیں۔

تشدد، انتہا پسندی اور اسلامی تعلیمات:

قرآن وحدیث کی تعلیمات کے نزول کو چودہ سو سال کا عرصہ گزر چکا ہے اور ان کی تعبیرات و تشریحات میں بہت زیادہ اختلاف اور فرق سامنے آ چکا ہے۔ اس لیے مذہبی طور پر کسی مسئلہ کو اسلامی تعلیمات کے مطابق سمجھنا بہت احتیاط طلب کام ہے۔ اسلامی احکامات کی تشریح اور وضاحت کرتے ہوئے اعتدال کی راہ اپنانی چاہیے کیونکہ ایسا نہ ہو کہ اسلامی احکام کی تشریح کے دوران بھی ہم اسلامی تعلیمات کے برعکس انتہا پسندانہ رویہ اختیار کریں۔

تشدد اور انتہا پسندی کا مقابل رویہ اعتدال اور میانہ روی ہے۔ اسلام میں افراد کی انفرادی اور اجتماعی تربیت کے لیے روزانہ اور ہفتہ وار بنیادوں پر اہتمام کیا گیا ہے۔ روز کی فرض نمازوں میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے تا کہ لوگ جمع ہوں اور مختلف معاملات اور مسائل سے متعلق آپس میں گفتگو کر سکیں اور اختلاف رائے بھی کر سکیں۔ اس کے علاوہ اجتماعی طور پر ہفتہ وار بنیاد پر ہر جمعہ کے دن ایک اجتماع ہوتا ہے جس میں مسائل پر گفتگو کی جاتی ہے اور معاشرے کے افراد کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ہر جمعہ کے دن بار بار یہ الفاظ دہرائے جاتے ہیں کہ خیر الامور اوسطھا کہ بہترین کام وہ ہیں جن میں اعتدال پسندی ہو۔ اس طرح اسلام اپنے پیروکاروں کی مسلسل تربیت اور یاددہانی کا انتظام کرتا ہے۔

ظہور اسلام سے پہلے زندگی کے بارے میں مختلف گروہوں کا رویہ افراط و تفریط پر مبنی تھا۔ ایک گروہ نے مادّی زندگی ہی کو سب کچھ سمجھ رکھا تھا، لہٰذا اس کی تمام سرگرمیاں اسی کے گرد گھومتی تھیں۔ ایک دوسرے گروہ نے مادّی زندگی کو آلائش سمجھ کر رد کر دیا تھا۔ ان کے نزدیک سچی مذہبیت ترکِ دنیا سے ہی حاصل ہوتی تھی۔ اسلام نے ان دونوں رویوں کے درمیان اعتدال کی راہ اپنائی۔ یہ "اعتدال" دنیا کی روحانی تعبیر ہے۔ یعنی ایک انسان کاروبارِ دنیا کو اللہ کے احکام و قوانین کے مطابق چلائے تو دنیا کی لذتیں حاصل کرتا ہے اور مذہبی تجربے کی لطافتوں سے بھی بہرہ مند ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُمتِ مسلمہ کو اُمتِ وسط قرار دیا ہے جس کے کئی مفاہیم میں سے ایک یہ بھی ہے۔ قرآن نے کہا:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا[16] "اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک معتدل اُمت بنایا ہے تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہی دیں گے۔"

16۔ البقرۃ:۱۴۳

قرآن نے انتہاپسندی کے لیے جو اصطلاح استعمال کی ہے وہ 'غلو' ہے جس کے معنی ہیں بڑھنا، زیادہ ہونا اور متجاوز ہونا۔ یہ لفظ اگر دین کے تعلق سے آئے تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ دین میں جس چیز کا جو درجہ و مرتبہ یا وزن و مقام ہے، اس کو بڑھا کر کچھ سے کچھ کر دیا جائے۔

کسی کام کو قواعد و ضوابط کے مطابق انجام دینا اعتدال کہلاتا ہے اور ان قواعد و ضوابط میں کمی بیشی کرنا افراط و تفریط قرار دیا جاتا ہے۔ اہل کتاب اپنے عقائد اور رویوں میں اعتدال کی راہ سے ہٹے ہوئے تھے، اس لیے قرآن نے ان کے رویے کو انتہاپسندی سے تعبیر کیا۔ قرآن نے اہل کتاب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

يٰٓاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لَا تَغۡلُوۡا فِىۡ دِيۡنِكُمۡ وَلَا تَقُوۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الۡحَـقَّ [17]

"اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کی طرف حق کے سوا کوئی بات منسوب نہ کرو۔"

دین میں مشکل پسندی بھی ایک طرح کی انتہاپسندی ہے۔ مذہبی لوگوں کے ہاں یہ مشکل پسندی ہمیشہ مرغوب رہی ہے۔ مختلف مذہبی گروہوں نے ایسی مشقیں اور ایسی مشقتیں اختیار کی ہیں کہ انسانی طبیعت اس طرح کا بوجھ نہیں برداشت کر سکتی۔ حضورِ اکرم ﷺ کی ذات ان مشقتوں اور مشکلات سے نجات دلانے کے لیے آئی۔ اہل کتاب ہی کے حوالے سے قرآن نے آپ کے احسانات کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا:

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ الۡخَبٰۤئِثَ وَيَضَعُ عَنۡهُمۡ اِصۡرَهُمۡ وَالۡاَغۡلٰلَ الَّتِىۡ كَانَتۡ عَلَيۡهِمۡ [18]

"ان کیلئے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان پر سے وہ بوجھ اُتارتا ہے جو ان پر لادے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے"

مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ تیرہ برس تک اپنے حسن بیان اور حسن عمل سے مشرکین مکہ کو اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ آپؐ کو اللہ تعالی کی طرف سے حکم تھا:

اُدۡعُ اِلٰى سَبِيۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ‌ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِىۡ هِىَ اَحۡسَنُ [19]

"اے پیغمبرؐ! لوگوں کو اپنے ربّ کی راہ کی طرف حکمت سے اور اچھے طریقے پر بلاؤ اور نصیحت کرو اور ان سے بحث و نزاع کرو تو ایسے طریقہ پر جو حسن و خوبی کا طریقہ ہو۔"

اس دوران تشدد آمیز کارروائیاں مشرکین کی طرف سے ہوئیں۔ آپؐ نے اور آپؐ کے ساتھیوں نے ان مخالفتوں اور ایذا رسانیوں کا صبر و تحمل سے مقابلہ کیا۔ ایک مرحلہ پر آپ ﷺ نے فرمایا: لكم دينكم ولی دين [20] "تمہارا دین تمہارے ساتھ اور میرے لیے میرا دین۔" مکہ مکرمہ میں دین حق کے لیے ان کاوشوں اور مشرکین کے متشددانہ رویہ پر استقامت کو قرآن نے 'جہاد' سے تعبیر کیا ہے۔ یہ پر امن جدوجہد تھی جسے 'جہاد' کہا گیا۔ فرمایا:

وَالَّذِيۡنَ جَاهَدُوۡا فِيۡنَا لَنَهۡدِيَنَّهُمۡ سُبُلَنَا‌ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ [21]

"جن لوگوں نے ہماری راہ میں جدوجہد کی ہم ان کو ضرور اپنے رستے دکھائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ تو نیکوکاروں کے ساتھ ہے"

اسلام نے مسلح تصادم میں بھی صلح اور امن و آشتی کو پیش نظر رکھا۔ اگر دشمن صلح کی راہ اختیار کرے تو مسلمانوں کو بھی اسے اختیار کرنے سے گریز نہ کرنا چاہیے۔ فرمایا:

وَاِنۡ جَنَحُوۡا لِلسَّلۡمِ فَاجۡنَحۡ لَهَا وَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ‌ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ [22] "اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسا کرو کچھ شک نہیں کہ وہ سب کچھ سنتا جانتا ہے۔"

17۔ النساء:۱۷۱

18۔ الاعراف:۱۵۷

19۔ النحل:۱۲۵

20۔ الکافرون:۶

21۔ العنکبوت:۶۹

22۔ الانفال:۶۱

جو غیر مسلم مسلمانوں کے خلاف جارحانہ رویہ نہیں رکھتے، ان سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ فرمایا: لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ[23]

"جن لوگوں نے تم سے دین کے لیے جنگ نہیں کی اور تم کو گھروں سے نہیں نکالا، اللہ اس سے نہیں روکتا کہ تم ان کے ساتھ احسان اور بھلائی کرو اور انصاف کے ساتھ پیش آئو کیونکہ اللہ عدل کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے"

مکہ کے تیرہ برس پر امن جدوجہد کا دور ہے۔ تکالیف، اذیتیں، تحقیر و تذلیل حتیٰ کہ بعض ساتھیوں کا قتل بھی اس پر امن جدوجہد کو تصادم کی راہ پر نہ چلا سکا یہاں تک کہ آپ اپنے ساتھیوں سمیت مکہ سے ہجرت کر گئے۔ ہجرت کے بعد بھی کفار نے تشدد آمیز رویوں کو ترک نہ کیا اور مسلمانوں پر مسلسل دباؤ جاری رکھا۔ اس تشدد کے جواب میں مسلمانوں کو مناسب جواب دینے اور میدانِ جنگ میں مقابلے کی اجازت دی گئی لیکن اس میں بھی اعتدال و توازن کو برقرار رکھنے پر زور دیا گیا:

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ[24]

"جو تم سے لڑائی کر رہے ہیں، تمہیں اللہ کی راہ میں ان سے لڑنا چاہیے مگر زیادتی نہ کرنا۔ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

سیرت طیبہ سے رہنمائی:

آپ ﷺ رحمۃ اللعالمین ہیں اور تمام جہانوں کے لیے آپ ﷺ کی مبارک زندگی بہترین نمونہ عمل ہے جس کو اللہ تعالی نے ''وما ارسلنك الا رحمة اللعالمین''[25] اور ''لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة''[26] کے الفاظ سے بیان کیا ہے۔ آپ ﷺ کی رحمت اور نمونہ زندگی کسی ایک زمانے یا علاقے کے لیے محدود نہیں ہے بلکہ پوری انسانیت کے لیے ہے۔ آپ ﷺ نے بھٹکتے ہوئے لوگوں کی رہنمائی کی اور انہیں شرف انسانیت سے متعارف کروایا۔ انہیں جنگ و جدل، جہالت و عدوان اور فساد انگیزی و شر سے نکال کر اکرام، عزت، خلوص، محبت، باہمی اعتماد اور عدم تشدد کا درس دیا۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ انسانوں کو محبت اور امن و خیر خواہی کی تعلیم دی اور خیر خواہی کو ہی دین قرار دیا ہے۔[27]

ہمیں اپنے تمام مسائل کا حل تلاش کرنے کے لیے سیرت طیبہ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے۔ تشدد اور انتہاپسندی جیسے مسائل کے حل کے لیے بھی ہمیں اسوہ رسول ﷺ سے روشنی حاصل کرنی چاہیے۔ آپ ﷺ صبر، حوصلہ، عزم، برداشت اور رواداری کے پیکر عظیم ہیں۔ مولانا صفی الرحمن مبارکپوری لکھتے ہیں کہ:

> "بردباری، قوت برداشت، باوجود قوت کے درگزر، اور مشکلات پر صبر ایسے اوصاف ہیں جو خاصہ نبوت محمدی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی بلند کرداری کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ کی مخالفت میں دشمن کی ایذارسانیاں جب حد سے بڑھ گئیں تو اس کے ساتھ آپ ﷺ کے حلم و بردباری میں اضافہ ہی ہوا۔ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر جس سلوک کا مظاہرہ کیا اس کی مثال غیر مسلم اقوام بھی دیتی ہیں۔"[28]

آپ ﷺ نے ہمیشہ مساوات، امن پسندی اور رواداری کا درس دیا اور اپنے عمل سے مثالیں قائم کی ہیں۔ آپ ﷺ نے کوئی بھی ایسا کام کرنے سے منع فرمایا جس سے کسی کو کوئی خوف ہو سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے تو یہاں تک فرمادیا کہ:

من حمل علينا السلاح فليس منا۔[29] "جس نے ہم پر اسلحہ تانا وہ ہم میں سے نہیں"

23۔ الممتحنۃ:۸

24۔ البقرۃ:۱۹۰

25۔ الانبیاء:107

26۔ الاحزاب:21

27۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ الدین النصیحۃ: للہ ولرسولہ لائمۃ المسلمین وعامتھم، حدیث نمبر 57

28۔ مبارک پوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، مکتبہ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور، ص767

29۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، باب قول اللہ: ومن احیاھا) حدیث نمبر 6874، ج4، ص9

رسول اکرم ﷺ کے اس قول سے پتہ چلتاہے کہ جونبی ﷺ محض اسلحہ دکھانے والے کواپنامانتے سے انکار کررہے ہیں وہ کس قدر مہربان، رواداراور صبر وحوصلہ کی تلقین کرنے والے ہوں گے۔آپ ﷺ نے مسلمان کو گالی دینے کوفسق قرار دیاہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:**سباب المسلم فسوق وقتله کفر**۔[30]"مسلمان کو گالی دینافسق اور قتل کرناکفر ہے۔"

آپ ﷺ نے کسی پر تشدداور جارحیت کرنے سے منع فرمایاہے اور مسلمان کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے کہ:

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده۔[31]"مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"

اس حدیث مبار کہ سے پتہ چلتاہے کہ آپ ﷺ اسے ہی حقیقی مسلمان گردانتے ہیں جو اپنے ہاتھ اور زبان سے کسی کو تکلیف نہ دے۔ قرآن میں بھی ایک انسان کی جان بچانے کو پوری انسانیت کی جان بچانے سے تعبیر کیاگیاہے اور ایک جان کے قتل کو پوری انسانیت سے قتل سے تعبیر کیاگیاہے۔[32]اس سے اسلام میں انسانی جان کی اہمیت اور قدر کااندازہ ہوتاہے اور جو دین اس قدرانسان دوست تعلیمات کاحامل ہے وہ کس طرح تشدداورانتہاپسندی کو برداشت کرسکتاہے۔اس لیے قرآن وحدیث میں تشدداورانتہاپسندی کوانتہائی غیر مہذب فعل سمجھاگیاہے اوراس کے خاتمے کے لیے اقدامات کی طرف رہنمائی بھی کی گئی ہے۔اسلام کی تعلیمات اس قدرصاف اورواضح ہیں کہ اگران پر عمل کیاجائے تو تشدداورانتہاپسندی جیسی خرابیاں پیداہونے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ تشدداورانتہاپسندی جیسامکروہ رویہ اور عمل قرآنی تعلیمات اوراحادیث رسول ﷺ کے منافی ہے۔آپ ﷺ سے صحابہ کرام سے مختلف سوالات کرتے ہیں۔جیسے **ای الاسلام افضل**؟[33]"اور کونسا اسلام افضل ہے؟"**ای الاسلام خیر**؟[34]"کونسا اسلام بہتر ہے؟"اسی طرح **ای اکمل المؤمنین**؟[35]کون سب سے زیادہ کامل ایمان والاہے؟ان سب سوالات کے جواب میں آپ ﷺ کاارشاد گرامی ہے۔**من سلم الناس من لسانه ويده**۔[36]وہ بہترین مسلمان ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام مسلمان اور جملہ انسان محفوظ رہیں۔"

آپ ﷺ کے اس قول سے انسانیت کے احترام اور تکریم کاپتہ چلتاہے کہ اسلام اورآپ ﷺ انسان کو کس قدر عزت واحترام سے نوازتے ہیں۔ مسلمان کوجب دوسرے لفظ سے پکارتے ہیں تو وہ لفظ مومن ہے۔عربی لغت میں مومن اسے کہاجاتاہے جوخود بھی امن پانے والاہو اور دوسروں کو بھی امن دینے والاہو۔[37]اس طرح ایمان اورامن کاآپس میں گہرا اور نہ ختم ہونے والا تعلق ہے۔ایمان انسان کو یقین دے کر خوف سے امن وامان دیتاہے۔ایک مومن کاتعارف آپ ﷺ نے کیاکروایاہے اس پر غور کریں تو معلوم ہوتاہے کہ:**المؤمن من امنه الناس على دمائهم واموالهم**[38]"مومن وہ ہے جس کے پاس لوگ اپنے خون(یعنی جان)اورمال کو محفوظ سمجھیں"اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلتاہے کہ ایک مومن ہر گز کسی کے لیے تکلیف کاباعث نہیں ہوسکتا۔اسلام نے ایک انسان کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے جو شاید ہی کسی اور مذہب نے دی ہو۔

جب ایک مومن اپنے کمال ایمان کی طرف بڑھتاہے تو وہ معاشرے کے سب افراد کے لیے بالعموم اوراپنے قریب بسنے والوں اورروزمرہ کے رابطے اور تعلق والوں کے لیے بطور خاص ایک امن پسندوجود بن جاتاہے۔اگراس کایہ امن پسند کرداراور عمل نہیں ہے تو وہ سب کچھ ہوسکتاہے لیکن آپ ﷺ کے نزدیک مومن نہیں ہوسکتاکیونکہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

30. بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب خوف المؤمن من ان یحبط عملہ وھولایشعر، حدیث نمبر48، گ1، ص19
31. بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، حدیث نمبر15، ج1، ص13
32. المائدہ:32
33. مسلم، حجاج بن مسلم، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان تفاضل الاسلام، ج1، ص44، حدیث نمبر22
34. بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب اطعام الطعام من الاسلام، ج1، ص13، حدیث نمبر12
35. الطبرانی، المعجم الاوسط، ج3، ص287، حدیث نمبر3170
36. حاکم، المستدرک علی الصحیحین، ج1، ص52، حدیث نمبر23
37. ابن منظور، لسان العرب، ج13، ص21
38. نسائی، السنن، کتاب الایمان وشرائعہ، باب صفۃ المؤمن، ج8، ص102، حدیث نمبر2995

واللہ لا یؤمن، واللہ لا یؤمن، واللہ لا یؤمن، قیل من یا رسول اللہ قال الذی لا یامن جارہ بوائقہ۔[39]

"خدا کی قسم وہ ایمان والا نہیں ہو سکتا، خدا کی قسم وہ ایمان والا نہیں ہو سکتا، خدا کی قسم وہ ایمان والا نہیں ہو سکتا، عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ کون مؤمن نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس کا پڑوسی اس کی ایذا رسانی سے محفوظ نہیں"

اس حدیث مبارکہ میں لا یؤمن کے الفاظ تین بار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اپنے آس پاس کے لوگوں اور مسلمانوں کو اذیت دینا کس قدر غیر اسلامی اور غیر اخلاقی فعل ہے۔ اس تاکید کی وجہ یہ بھی ہے کہ کہیں مسلمان اپنے اس کردار سے غافل نہ ہو جائیں۔ اسلام ہمسائے کے ساتھ معمولی سی ایذا رسانی کو بھی ایمان کامل کے منافی سمجھتا ہے تو وہ شدت پسندی اختیار کرنے یا کسی معاملے پر انتہا پسندی کی اجازت کیسے دے سکتا ہے۔

ایک مسلمان کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر اس کے ساتھ کوئی برائی کرے تو تم ممکن حد تک اس برائی کو نیکی کے ساتھ ٹال دو اور کسی کی برائی کے بدلے میں تم برائی نہ کرو بلکہ اس برائی کا دفاع اپنی نیکی سے کرو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ویدرؤون بالحسنۃ السیئۃ[40] اور وہ نیکی کے ذریعے برائی کو دور کرتے رہتے ہیں۔

اسلام تشدد اور انتہا پسندی کی نہ صرف مذمت کرتا ہے بلکہ اس عمل کو انسانیت دشمنی سے تعبیر کرتا ہے۔ اسلام ان رویوں اور عمل کو کلی طور پر اپنے ماننے والوں کے لیے حرام قرار دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی سیرت کے ذریعے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی طرف اسلحہ اٹھانے اور اس سے ڈرانے سے بھی منع کیا ہے۔ فرمایا: لا یشیر احدکم الی اخیہ بالسلاح[41] "تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ بھی نہ کرے۔ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ ایسے کسی فعل کو بھی ناگوار سمجھتے ہیں جو کسی کے لیے باعث خوف بن سکتا ہو۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تشدد اور متشددانہ سوچ تو دور کی بات ہے اس کی طرف لے جانے والے اعمال بھی آپ ﷺ کی نظر میں کس قدر ناروا ہیں۔

اللہ کی صفت رحمت اس کی صفات میں سے ایک نہایت ہی اہم صفت ہے جو اس کی صفت جبر اور غضب پر غالب ہے۔ حدیث کے مطابق عرش الٰہی پر یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں کہ رحمتی سبقت غضبی[42] میں رحم کرنے والا ہوں عذاب دینے سے پہلے۔ یعنی اللہ کی صفت رحمت اس کی صفت غضب پر غالب ہے۔ جبکہ رسول رحمت ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو رحمۃ اللعالمین قرار دیا۔[43] اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت تمام جہانوں کے لیے ہے اور ابدی ہے۔ اسلام کی تعلیمات جس طرح آپ ﷺ کے عملی نمونہ کے ساتھ مزین ہیں اور اپنی اصلی شکل میں ہمارے پاس موجود ہیں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اگرچہ باقی انبیاء کی زندگیاں بھی اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کے مطابق ہیں لیکن ان کے حالات بہت کم دستیاب ہیں۔[44] لہٰذا ایسی تعلیمات کا لوگوں کو انتہا پسندی کی طرف راغب کرنا بعید از امکان ہے۔ جس قدر رسول اللہ ﷺ کی رحمت وسیع ہے اسی قدر اس سے صادر ہونے والی تعلیمات اپنے معنوں اور عمل میں وسعت کی حامل ہیں۔ اس روایت سے امت کی خاطر وسعت اور گنجائش پیدا کرنے کے حوالے سے آپ ﷺ کے احساس کا اندازہ ہوتا ہے کہ:

> "حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ظہر اور عصر کو اور مغرب اور عشاء کو مدینہ میں بغیر خوف اور بارش کے جمع کیا۔ ابن عباسؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس لیے کہ امت کے لیے سختی نہ ہو"[45]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ امت کی آسانی کی خاطر کس قدر سنجیدہ اور متفکر تھے۔ سنت رسول ﷺ کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انتہا پسندی کے عناصر کے خاتمے کے لیے نرمی کے رویوں کو فروغ دینے کی کوشش کی۔ اسی لیے یہ بات فرمادی کہ "جس چیز میں بھی نرمی ہوتی ہے وہ اسے

39. ابوداؤد، السنن، کتاب الادب، باب فی حق الجوار، ج2، ص339، حدیث نمبر 5152
40. الرعد: 22
41. محمد بن مسلم، قشیری، صحیح مسلم، کتاب البر، باب النہی عن اشارۃ بالسلاح، حدیث: 688
42. بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی قول اللہ تعالیٰ: وھو الذی یبدءالخلق ثم یعیدہ، حدیث نمبر 3194
43. الانبیاء: 107
44. ندوی، سید سلیمان، خطبات مدراس، ادارہ اسلامیات لاہور، ص74
45. امام نووی، شرح صحیح مسلم، نعمانی کتب خانہ لاہور، 1981ء، ص223

زینت دار بنادیتی ہے اور جس چیز سے یہ نکال لی جاتی ہے اسے عیب دار بنادیتی ہے۔ حقیقت میں یہی وہ رویہ ہے جو معاشرے میں حسن پیدا کرتا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں انتہاپسندی سے اصلاح احوال کے ضمن میں کوئی مثبت نتیجہ بر آمد نہیں کیاجاسکتا۔ آپ ﷺ کی یہ حدیث مبلغین اورواعظین کے لیے بہت اہمیت کی حامل ہے کہ:**بشرواولاتنفرواویسرواولاتعسروا**[46]"خوشخبری دو نفرت مت دلاؤاور آسانی کرو سختی نہ کرو"

سیاست، معاشرت اور عبادات کے معاملات کواس طرح سلجھایاجاسکتاہے لیکن عقائد کے معاملے میں ایسی روش کواپنانادین کاحلیہ بگاڑنے کے مترادف ہے۔اس کے باوجوداسلامی تعلیمات کی خوبی یہ ہے یہاں انتہاپسندی کے مقابلے میں حکمت سے کام لینے کی تاکید کی گئی ہے۔

عقائد کے معاملات میں شدید قسم کی انتہاپسندی دیکھنے میں آتی ہے۔ سیرت طیبہ سے ہمیں اس مسئلے میں بھی رہنمائی ملتی ہے۔اس کا بہترین حل یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں بیان کردہ مسائل کوعام فہم انداز میں بیان کیاجائے۔خاص طور پر قرآن کے مطالعہ پر توجہ دی جائے۔اس سلسلے میں دوسرا مسئلہ شخصیت پرستی میں حد سے بڑھ جاناہے۔اس حوالے سے ہمیں سیرت رسول ﷺ سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ:

"میری اس قدر مبالغہ آمیز مدح نہ کیاکروجس طرح نصاریٰ ابن مریم کی کرتے ہیں۔میں توخداکابندہ اوراس کافرستادہ ہوں۔"[47]

غیر مسلموں کے ساتھ بھی آپ ﷺ رواداری کارویہ اپنانے کی تلقین کرتے ہیں۔ آپ ﷺ چونکہ تمام دنیاکے لیے نبی اوررسول بناکر بھیجے گئے ہیں اس لیے تمام دنیامعنوی طور پر آپ ﷺ کی امت میں شامل ہوسکتی ہے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ جب غزوہ احد میں آپ ﷺ کے دندان مبارک کفارمکہ نے شہید کردیے تو آپ ﷺ نے فرمایاکہ وہ قوم کیسے فلاح پاسکتی ہے جواپنے پیغمبر کوزخمی کرتی ہے۔[48] یہاں آپ ﷺ نے نظریہ کے اختلاف کے باوجود کفارمکہ کواپنی قوم کہااوراللہ نے اس کی تردید نہیں فرمائی۔اس سے یہ پتہ چلتاہے کہ کفرکی اصلاح کے لیے متعصبانہ اورانتہاپسندانہ رویہ اختیار کرنے کی بجائے مصلحانہ اور ہمدردانہ رویہ اپنایاجائے اور شدت پسندی سے حتی المقدور بچنے کی کوشش کی جائے۔ آپ ﷺ نے دیگر مذاہب کے ساتھ بھی رواداری کارویہ اپنانے کی تلقین کی ہے۔

اسلام کی جہادی تحریکوں کاجہاں تک معاملہ ہے تووہ انتہاپسندی کے زمرے میں نہیں آتی ہیں بلکہ وہ استعماری قوتوں کے رد عمل کانتیجہ ہوتاہے۔علاوہ ازیں اسلام جنگ کے دوران بھی اصولوں کوپیش نظر رکھنے کی تلقین کرتاہے۔

مختصر یہ کہ جہاں تک انتہاپسندی اور متشدد درویوں کامعاملہ ہے توکوئی ایسافورم نہیں ہے جو تمام معاملات میں انتہاپسندی کوجانچنے کے لیے اعتدال کی حدود مقرر کرسکے۔اس مسئلہ کاآسان اور سادہ حل یہی نظر آتاہے کہ قرآن وحدیث کوایک بنیاداور مرکز قرار دیاجائے اور سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں اختلاف کے آداب کوسامنے رکھتے ہوئے قرآن وحدیث کاوہ مفہوم بیان اور مرادلیاجائے جومشترک طور پر مسلمہ ہو۔سیرت طیبہ کے مربوط اور مسلسل مطالعہ سے ہم انتہاپسندی جیسے مسائل پر قابوپاسکتے ہیں۔اصل مسئلہ اس حوالے سے اسلامی تعلیمات کوعمل میں لانے کاہے اوراس حوالے سے لائحہ عمل اپنانے کاہے جوبنیادی اور عملی کام ہے اوروقت کی اشدضرورت ہے۔

---

46. ابوداؤد،السنن،کتاب الادب،باب فی کراھیۃ المراء،حدیث نمبر4835

47. شبلی نعمانی،سیرت النبی ﷺ،الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور،1991ء،ج2،ص201

48. شبلی نعمانی،سیرت النبی ﷺ،الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور،1991ء،ج1،ص230